مطالعہ سیرت میں مولانا زکریا کاندھلویؒ کا منہج: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Maulana Zakaria Kandhalvi's Manhaj in the Study of Seerah

Dr Muhammad Inamullah
Post Doc Fellow Islamic Research Institute, IIU Islamabad
Lecturer Islamic Studies Abbottabad University of Science & Technology, Abbottabad

ABSTRACT

Scholar of the subcontinent, while they have written on other subjects, have written a large number of books and articles on Shamail Nabavi and Khasail Nabavi (peace and blessings of Allah be upon him).Among these scholars,the name of Maulana Muhammad Zakaria Kandhalvi is prominent.He is simultaneously, a Muhadith ,commentator and a biographer.

While he has received great accolades from Arab and non Arab scholars for his great books such as Awjaz ul Masalik, Al Abwab waltarajim, lami udurari etc, he also wrote great books on the biography of the prophet (peace and blessing of Allah be upon him).

In this regard, some of the books he has written have been published and some have not been published. In this article, along with the introduction of these books, an attempt has been made to clarify their method and services in the biography of the prophet (peace and blessings of Allah be upon him).

برصغیر پاک وھند کے علماء نے جہاں دوسرے موضوعات پر لکھا ہے، وہاں کثیر تعداد میں سیرت النبی ﷺ اور شمائل وخصائل نبوی ﷺ پر الگ سے کتب، مضامین اور رسالے تحریر کیے ہیں، ان علماء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کانام گرامی نمایاں ہے، آپؒ بیک وقت محدث، مفسر، مورخ، اور سیرت نگار تھے، آپؒ نے جہاں بخاری کی عظیم شرح لامع الدراری، اوجزالمسالک شرح مؤطاامام مالک، حاشیہ بذل المجھود علی سنن ابی داؤد اور الابواب والتراجم جیسے عظیم الشان کتابیں لکھ کر علماء عرب وعجم سے داد حاصل کی ہے وہاں سیرت نگاری میں بھی آپؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

اس ضمن میں آپؒ نے جو کتابیں تحریر فرمائی ہیں ان کی دو قسمیں ہیں، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، کتب مطبوعہ مندرجہ ذیل ہیں:

(1) خصائل نبوی اردو ترجمہ وشرح شمائل ترمذی

(2) سیرت سید الکونین خاتم النبیین وخلفائے راشدین

(3) جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ

(4) فضائل درود شریف

جبکہ کتب غیر مطبوعہ میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

(1)الوقائع والدہور

(2)جزء المعراج

(3)جزء امراء المدینۃ

(4)جزء طرق المدینۃ

(5)جزء وفاۃ النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپؒ کی یہ ساری کتابیں دروس محبت ہیں، جس میں محبوب صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی شان محبوبیت کو اس طرح نمایاں کیا گیا ہے کہ قارئین کے قلب سے بے ساختہ محبت جھلکنے لگے۔

مقالہ نگار اس مقالے کے اندر مندرجہ بالا کتب کا تعارف پیش کرنے کیساتھ ساتھ سیرت نگاری میں مولانا زکریاؒ کا منہج واسلوب اور آپ کی خدمات کو واضح کرنے کی کوشش کریگا۔

ان سطور میں پہلے شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے:

شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کا مختصر تعارف

مولانا زکریاؒ کا شمار برصغیر پاک وہند کے عظیم محدثین ومصنفین میں ہوتا ہے، آپؒ کی ولادت 11 رمضان المبارک 1315ھ، بمطابق 2 فروری 1898 میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر یوپی انڈیا میں ہوئی،[1]، قرآن پاک کی تعلیم والد محترم سے حاصل کی، حفظ کے بعد بہشتی زیور اور فارسی کی اکثر کتابیں اپنے چچاجان مولانا محمد الیاسؒ سے اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں، 1328ھ میں مظاہر العلوم سہارنپور سے باقاعدہ عربی تعلیم کا آغاز کیا اور صرف نحو، ادب ومعانی کی کتابیں اپنے والد کی زیر نگرانی تکمیل کو پہنچائیں، 1333ھ میں دورہ حدیث شریف کی ابتداء کی، ابن ماجہ کے علاوہ تمام کتب حدیث اپنے والد ماجد مولانا محمد یحیٰؒ صاحب سے پڑھیں ابن ماجہ مولانا ثابت علیؒ سے پڑھی، اس سال مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تحریک ریشمی رومال میں نظر بند تھے، چنانچہ دوبارہ بخاری وترمذی شریف ان سے ان کی آمد پر پڑھیں[2] 1916 میں تعلیم سے فراغت کے بعد مظاہر العلوم میں مدرس مقرر ہوئے[3]، شعبان 1338ھ میں اپنے استاد ومرشد مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ[4] کی معیت میں حجاز مقدس تشریف لے گئے[5] اور "بذل المجہود شرح ابوداود" کی تکمیل میں ان کی مدد کی، محرم 1340ھ میں تشریف لائے[6]، درس وتدریس کے انہماک کے ساتھ حدیث وعلوم حدیث آپؒ کا اصل ذوق، موضوع اور محنت وتحقیق کا میدان تھا اور اس کو آپ تقرب الی اللہ اور تقرب الی الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتے تھے، آپؒ نے اپنی زندگی میں 103 کتابیں تصنیف کیں جن میں اگر صرف ایک "اوجز المسالک الی مؤطا امام

مالک" کو لیا جائے تو یہ آپ کو علوم حدیث میں عظیم مصنف بنانے اور اس کے محققین میں شامل کرنے کیلئے کافی ہے۔ 1388 تک تدریس کا یہ سلسلہ جاری رہا لیکن 1388 میں آنکھوں میں نزول آب شروع ہو گیا جس کی وجہ سے تدریس حدیث بند کر دیا لیکن درس روحانی میں شرکت کرنے والوں کا اضافہ ہو تا رہا اور جو وقت پہلے دارالحدیث کی چہار دیواری میں محبوس ہو جایا کرتا تھا وہ اب ایک عالم کی تربیت اور تصفیہ قلب و تزکیہ نفس میں خرچ ہونے لگا، زندگی کے آخری ایام میں مدینہ منور ہجرت فرمائی اور 2 شعبان 1402ھ بمطابق 25 مئی 1982 آپؒ نے مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں امہات المؤمنین کے قدموں میں مدفون ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اخلاق و محاسن کا تذکرہ صحابہ کرام کی دلچسپی کا موضوع تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، سیدہ عائشہ حضرت انس بن مالکؓ، ام ھانیؓ، حضرب ہند بن ابی ہالہ آپ ﷺ کے اخلاق و محاسن کا تذکرہ زیادہ فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے کتب حدیث میں شمائل کے موضوع پر الگ سے باب قائم کیے ہیں، چنانچہ اسلام کے ابتدائی دورسے آج تک اس موضوع پر کتب کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری ہے، ان تصنیفات میں برصغیر پاک و ھند کے علماء کا پورا پورا حصہ ہے۔

شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کا شمار برصغیر کے ممتاز محدثین میں ہوتا ہے، آپؒ کی جلالت شان کا نہ صرف برصغیر کے بلکہ عرب کے علماء بھی معترف ہیں، آپؒ بیک وقت محدث، مفسر، مورخ، اور سیرت نگار تھے، آپؒ نے جہاں صحاح ستہ میں شامل تقریباً ہر کتاب کی شرح لکھ کر علماء عرب و عجم سے داد حاصل کی ہے وہاں سیرت نگاری میں بھی آپؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے،

اس ضمن میں آپؒ کی کتابیں دو قسم کی ہیں:، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ، ذیل میں پہلے آپ کی کتب مطبوعہ کا تعارف پیش کیا جائیگا۔

(1) خصائل نبوی اردو ترجمہ و شرح شمائل ترمذی

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک اہم حصہ شمال نبوی ہیں، کیونکہ سیرت میں آپ ﷺ کی مبارک زندگی کے جملہ حالات کو عمومی طور پر بیان کیا جاتا ہے جبکہ شمائل میں آپ ﷺ خدوخال، چال ڈھال، فضائل و عادات اور محاسن واخلاق وغیرہ آپ ﷺ کی ذاتی حیثیت سے زیر بحث لائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے فنی حیثیت سے شمائل نبوی کو نہایت بلند مقام حاصل ہے، اس علم کا آغاز عہد نبوی سے ہوا ہے، صحابہ کرام آپ ﷺ کے ذاتی احوال کا علم حاصل کرتے اور پھر دوسروں تک منتقل کرتے تھے، مثلاً حضرت انس فرماتے ہیں:

"لاشممت مسكا ولاعطراً كان اطيب من عرق رسول الله ﷺ"[7]

حضرت علی فرماتے ہیں:

"لم ار قبله ولا بعده مثله"[8]

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

"مارئیت شیئاقط احسن منه"[9]

ابتدا میں شمائل نبوی کتب حدیث وسیرت میں جزوی طور پر زیر بحث رہیں، بعد میں یہ ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کر گیا اور محققین ومورخین نے باقاعدہ اس فن میں کتابیں تصنیف کیں، جن میں امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ کی مایہ ناز کتاب "الشمائل" جسے شمائل ترمذی بھی کہا جاتا ہے، نے ایک منفرد مقام حاصل کیا، جس کے بارے میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:

"قد صنف الناس فی ھٰذا قدیما وحدیثا، کتباکثیرة مفردة وغیر مفردة، ومن احسن من جمع فی ذالک فاجاد وافاد الامام ابو عیسٰی محمد بن عیسٰی بن سورة الترمذی رحمه الله، افرد فی ھذاالمعنیٰ کتابه المشھور بالشمائل"[10]

ترجمہ: شمائل پر لوگوں نے پہلے اور موجودہ زمانے میں کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں کچھ خاص اس موضوع پر ہیں جبکہ کچھ میں دوسرے موضوعات بھی ہیں، لیکن ان سب میں سے بہترین، عمدہ، اور مفید مجموعہ امام ترمذیؒ کا ہے جو اس موضوع پر مفرد کتاب ہے کو کہ "الشمائل" کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔

علماء نے ہر دور میں اس کتاب کو خاص اھمیت دی ہے اور کثیر تعداد میں اس کی عربی، فارسی اردو شروحات لکھی گئی ہیں، ماضی قریب میں شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ کی شرح "خصائل نبوی" کو برصغیر پاک وھند میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

یہ کتاب مولانا زکریاؒ کی پہلی تصنیف ہے جو آپؒ نے اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر تحریر فرمائی جبکہ آپ صرف 29 برس کے تھے، جیسا کہ آپؒ خود فرماتے ہیں:

"بندہ ناچیز کو اواخر 1343ھ میں بذل المجھود فی حل ابی داؤد کیلئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا، وہاں میرے ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان صاحب زاد مجدھم نے شمائل ترمذی کے مختصر سے ترجمے کا حکم کیا، میں اپنی نااھلیت کا معترف ہر گز بھی اس کا اھل نہیں تھا اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی، لیکن ممدوح نے اپنی حسن ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو بھی قبول نہیں کیا۔۔۔۔۔۔اس لئے مجھے اس بغیر چارہ کار نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں۔۔۔"[11]

مولانا زکریاؒ نے پہلے شمائل ترمذی کا اردو زبان میں سلیس ترجمہ کیا ہے، شمائل ترمذی کی ترتیب کے مطابق باب قائم کیے ہیں اور ہر ایک باب کے ترجمۃ الباب کا ترجمہ بھی کیا ہے، اور پھر اردو اور عربی کے دو مفید حواشی تحریر کیے ہیں، اردو حاشیہ و ترجمہ مفصل جبکہ عربی حواشی مختصر ہیں، ترجمہ چونکہ عوام کیلئے کیا ہے اس لیے مطلب خیز ترجمہ کیا ہے اور لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی، مثلاً: باب ماجاء فی شیب رسول اللہ ﷺ کے تحت ابوجحیفہ کی روایت یارسول اللہ نراک وقد شبت قال قد شیبنی ھود واخواتھا کا مطلب خیز ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے "یارسول اللہ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سورۃ ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا"[12]، اردو ترجمہ میں اگرچہ لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی لیکن متن کے مشکل عربی الفاظ کے آسان مفاہیم عربی میں تحریر کیے ہیں، مثلا اسی حدیث کے اندر لفظ" واخواتھا" کے نیچے لکھا ہے "ای اشباہہا"[13]، حاشیہ میں اکثر مضامین قدماء کے کلام سے لئے گئے ہیں، اکثر خود رائی سے احتراز کیا ہے لیکن کہیں کہیں اپنی رائے بھی ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً باب ماجاء فی شیب رسول اللہ ﷺ میں آئے ہوئے عربی لفظ "کتم" کی تشریح میں تحریر فرماتے ہیں: "کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے، اور مہندی کیساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہو جاتا ہے، ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ، اس کے بعد اپنی رائے ذکر کر کے فرماتے ہیں: الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے"[14]۔

بعض مقامات پر ترجمہ کے بعد فوائد کے ضمن میں قیمتی نکات ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

حضرت عائشہ فرماتے ہیں "کنت ارجل راس رسول اللہ ﷺ واناحائض" میں حضور اقدس ﷺ کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی، آپؒ فوائد کے ضمن میں فرماتے ہیں "اس حدیث سے علماء نے یہ مسئلہ ثابت فرمایا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے حیض سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی، صحبت وغیرہ البتہ ناجائز ہے"[15]۔

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے وضو کرنے میں، کنگھی کرنے میں، جوتہ پہننے میں غرض ہر امر میں دائیں کو مقدم رکھتے تھے، آپؒ فائدے میں فرماتے ہیں ان تینوں چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں بلکہ حضور اقدس ﷺ ہر چیز کو دائیں سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے، اور اس کا اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم ہوتا ہے جیسے کپڑا، جوتا اور نکالنے میں بایاں مقدم، اور جس

چیز کا وجود زینت نہیں اس کے کرنے میں دایاں مقدم کرنا چاہیے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے اور نکلتے وقت دایاں۔۔۔۔"[16]

اسی طرح بعض اوقات احادیث کی تشریح میں تاریخی مباحث بھی ذکر کرتے ہیں، مثلاً: ام ہانی فرماتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے بال چار حصہ مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے، اس کی تشریح میں آپؒ فرماتے ہیں: مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی، اول عمرۃ القضاء میں جو سنہ سات ہجری میں تھا، پھر فتح مکہ میں سنہ آٹھ ہجری، پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانۃ کیلئے، پھر سنہ دس ہجری میں حج کیلئے، یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے بیجوری کے قول کے موافق فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے"[17]۔

اسی طرح اگر کہیں پر بظاہر احادیث کا آپس میں تعارض ہو تو آپؒ اس کو رفع کر دیتے ہیں، مثلاً حضرت براء بن عازب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے، جو دوسری روایات ست متعارض ہے، آپؒ اس تعارض کو رفع کرتے ہوئے فائدے میں لکھتے ہیں"۔۔۔۔ اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں، اس لیے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانے میں اگر کان کے لو تک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد، اس لئے کہ حضور ﷺ کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے، تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کیے اور جس نے بال منڈے ہوئے عرصہ ہو جانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کیے، بعض علماء نے اس طرح پر بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کانوں تک پہونچ جاتے تھے اور وسط سر کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر کے مونڈھوں کے قریب تک۔۔۔[18]۔

اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ میں اور حضور اقدس ﷺ ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے تھے، آپؒ نے فوائد میں اس حدیث سے کئی امور کو ثابت کیا ہے اور ائمہ کے مذاہب بھی ذکر کیے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں "اس حدیث سے عورت اور مرس کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے، علماء کا امام نوویؒ کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اس کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کر لے، یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے، تیسری صورت اس کا عکس ہے کہ عورت پہلے نہاوے مرد اس کے بچے ہوئے سے نہائے، یہ صورت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے، حنابلہ اس کو جائز نہیں بتلاتے، البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں۔[19]

اسی طرح اکثر علمی مباحث فقہی اختلافات اور مستدلات ائمہ کو اردو حاشیہ میں ذکر نہیں کرتے بلکہ اس کو عربی حاشیہ میں درج کرتے ہیں، جیسے مندرجہ بالا مسئلے میں حنابلہ کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب عربی حاشیہ میں ذکر لیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:" ثم في الحديث دليل على جواز فضل المراة كما قال به الثلاثة خلافا للحنابلةاذ قالوا لايجوز فضلها الاان تستعمل بمحضره لرواية نهى عن فضل المراة،واجيب عنها باالصعف او ان المراد بالفضل المستعمل او غير ذالک كما بسط في بذل المجهودفي حل ابی داؤد"[20]

البتہ حنفی مذھب اور ان کے دلائل کو اکثر خاص طور سے ذکر کرتے ہیں کہ قرب وجوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں، مثلاً حضور ﷺ کے انگوٹھی پہننے کی روایات ذکر کرنے کے بعد فائدے میں فرماتے ہیں" علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کونسے ہاتھ میں پہننا افضل ہے خود علماء حنفیہ میں بھی اختلاف ہے، بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننا افضل بتلایا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے، شامی نے یہی دو قول لکھے ہیں، ملا علی قاری نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذھب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامیؒ کی تحقیق ہے [21]،اسی طرح خفین کے بحث میں مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ذکر کی ہے کہ" دحیہ کلبی نے دوموزے حضور ﷺ کے نذر کیے تھے حضور ﷺ نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے، حضور ﷺ نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمایا کہ وہ مذبوح جانور کے کھال کے تھے یا غیر مذبوح"[22]،اس کے بعد آپؒ فائدے میں لکھتے ہیں"اس خیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہے"[23]۔

حضرت شیخؒ چونکہ ایک عاشق صادق تھے اس لیے آپ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے اکثر محبت بھرے اشعار بھی ذکر کیے ہیں، مثلا حضرت ابن عباس کی روایت کہ حضور ﷺ جب تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا، ذکر کرنے کے بعد یہ شعر لکھا ہے:

"حیا سے سر جھکالینا ادا سے مسکرا دینا

حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

پھر فرماتے ہیں" العرض حلیہ مبارک میں ہر ہر چیز کمال حسن کو پہنچی ہوئی تھی

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار

گلچین بہار توز داماں گلہ داراد"[24]،

اسی طرح جابر بن سمرۃ کی روایت کہ آپ ﷺ فراخ دہن تھے آپکی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ سرخ ڈوری پڑے ہوئے تھے، ذکر کرنے کے بعد یہ شعر لکھتے ہیں:

"خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پیئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے"[25]،

حضرت جابر کی دوسری روایت جس میں انہوں نے آپ ﷺ کا چاند سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہونا بیان کیاہے، ذکر کرنے کے بعد یہ شعر تحریر فرمایاہے:

"دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں"[26]،

مختصر یہ کہ آپؒ نے اس کتاب کے اندر ہمہ جہت موضوعات کا احاطہ کیاہے، سیرت طیبہ سے متعلق واقعات، شمائل وعادات رسول اللہ ﷺ بہت اچھے طریقے سے پیش کیے ہیں، ترجمہ مطلب خیز کیاہے لفظی ترجمہ کی پابندی نہیں کی، ترجمہ سے زائد امور ترجمہ کیساتھ قوسین میں لکھے ہیں، احادیث کے درمیان تعارض کو ختم کیاہے، فقہی اختلافات بھی مختصراً ذکر کیے ہیں، البتہ حنفی مذہب اور اس کے دلائل خاص طور سے ذکر کیے ہیں، اگر حدیث میں کسی غزوے یا قصے کی طرف اشارہ ہے تو فائدے میں اس کو بھی ذکر کیاہے، احادیث کی ابوب سے مناسبت ثابت کرنے کا بھی اہتمام کیاہے، جو مضامین علمی تھے عوام کیلئے کار آمد نہیں تھے یا نحوی تراکیب وغیرہ تھے تو ان کو عربی حاشیے میں ذکر کیا ہے، بجاطور پر یہ کہا جاسکتاہے کہ یہ کتاب برصغیر کی سیرتی ادب میں ایک گرانقدر اضافہ ہے۔

(2) سیرت سید الکونین خاتم النبیین وخلفائے راشدین

یہ مولانا زکریا کاندھلویؒ کی سیرت النبی ﷺ سے متعلق تصانیف میں دوسری کتاب ہے، جس کے اندر حضور ﷺ کی پیدائش سے لیکر وفات تک کے مستند واقعات کو اختصار کیساتھ ذکر کیاہے، مثلاً آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ، نسب نامہ، ولادت باسعادت، معجزانہ طفولیت، رضاعت، شق صدر کے واقعات اور اس کی حکمت، مدعیان عقل پر افسوس، داعیائے مفارقت، آپ ﷺ کا سماجی مقام، کفالت اور تجارت، حضرت خدیجہ سے نکاح، رد شبہات، اولاد مبارکہ، خلوت پسندی، نزول وحی، خوف و تسلی، سچائی کی گواہی، آغاز تبلیغ، مخالفت اور تکلیفیں، صفا پہاڑی سے اعلان دعو ت، لوگوں کی مخالفت اور چچا کی حمایت، اذیتیں اور مظالم، حبشہ کی طرف ہجرت، سماجی بائیکاٹ اور پھر اس کا خاتمہ، غم کا سال، طائف کا سفر اور دعا، معراج کا تحفہ، مدینہ منورہ میں آغاز اسلام، ہجرت کی رات، غار ثور میں قیام، مدنی زندگی کی مشغولی وغیرہ مباحث اختصار کیساتھ مفید گفتگو کی ہے، اسی طرح مدنی زندگی کے واقعات کو الگ سے اختصار کیساتھ سن 1 ہجری سے لیکر 10 ہجری تک ذکر کیے ہیں، آخر میں متفرق واقعات بھی ذکر کیے ہیں.

درمیان میں مختلف مقامات پر اپنی قیمتی آراء بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً: واقعہ ابتداء اذان بیان کرنے کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "اس ناکارہ کا خیال یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کے خواب میں کلمات اذان سننے کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے جو حضرت بلال کو ترجیح دی تو یہ ان کی ان مشقتوں اور تکلیفوں کا بدلہ تھا جو انہوں نے ابتدائے اسلام میں کفار مکہ کے ہاتھوں برداشت کی تھیں۔۔۔۔۔ اگرچہ حدیث پاک میں اس ترجیح کی وجہ حضرت بلال کا بلند آواز ہونا بتلایا گیا ہے مگر وہ میرے اس قول کے منافی نہیں"[27]، اسی طرح بعض اوقات واقعہ بیان کرتے ہوئے مختلف اقوال ذکر کرتے ہیں اور پھر ان کے درمیان تطبیق بھی کرتے ہیں، مثلاً غزوہ تبوک کے ضمن میں فرماتے ہیں "حافظ ابن حجرؒ کے قول کے مطابق یہ (تبوک سے) واپسی شروع رمضان میں ہوئی، صاحب مجمع نے دوماہ قیام فرمانا لکھا ہے اور بعض مورخین نے بیس دن"[28]، اس کے بعد آپؒ نے ان مختلف اقوال میں تطبیق کچھ اس طرح کی ہے "اقرب یہی ہے کہ وہاں کا قیام بیس یوم کا تھا اور پورا سفر دوماہ میں ہوا"۔[29]

اسی طرح بعض مقامات پر احناف کا مسلک بھی ذکر کر لیتے ہیں، مثلا فرماتے ہیں "شاہ حبشی نجاشی کا انتقال بھی اسی سال (9ھ) ہوا جس کی اطلاع بذریعہ وحی دی گی، آپ نے صحابہ کو جمع فرما کر ان کی نماز جنازہ غائبانہ طور پر پڑھی"[30]، اس کے بعد غائبانہ جنازہ سے متعلق مسلک احناف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں "حنفیہ کے نزدیک حضور راکرم ﷺ کا غائبانہ نماز پڑھنا انہی کیساتھ مخصوص تھا۔۔۔"[31]۔

خصائل نبوی کی طرح اس کتاب میں بھی آپؒ نے بعض مقامات پر حضور ﷺ کا تذکرہ کرتے ہوئے محبت بھرے اشعار کا سہارا لیا ہے، مثلاً حضرت ابو بکرؓ کا ایک واقعہ جس میں انہوں نے بھوک کی شدت کا علاج حضور ﷺ کی زیارت کو سمجھا ہے، ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

یاد سب کچھ ہے مجھے ہجر کے صدمے ظالم
بھول جاتا ہوں مگر دیکھ کر صورت تیری[32]

اسی طرح حضور ﷺ کے حج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "۔۔ قربانی کے موقع پر آپ ﷺ نے سو اونٹوں کی قربانی کی، اس طرح سے کہ 63 اونٹ خود اپنے دست مبارک سے ذبح کیے جن میں سے سات اونٹ حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں قربان ہونے کیلئے امنڈ کر آئے جس کی ترجمانی اس شعر سے بخوبی ہو جاتی ہے:

داغ جاتے تو ہیں مقتل میں پر اول سب سے
دیکھیے وار کرے وہ شرف آراء کس پر[33]

اس شعر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں: "اصل شعر میں 'شرف آرا' کے بجائے لفظ ستم آراء ہے مگر یہ بندہ کو نبی اکرم ﷺ کی شان اقدس کے نامناسب معلوم ہوا اس لیے شعر میں تغیر کر دیا گیا"[34]۔

ایک عظیم صوفی، مرشد اور صاحب طریقت ہونے کے ناطے بعض واقعات سے تصوف و سلوک کے نکات بھی اخذ کیے ہیں، مثلاً لکھتے ہیں "حضرت قیلہ کہتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو پرانی لنگیاں تھیں، آگے فرماتے ہیں: حضور ﷺ کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے صوفیاء نے شکستگی کی حالت کو اختیار کیا ہے کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے[35]،

پہلی وحی کا واقعہ جس میں جبرائیلؑ نے آپ ﷺ کو گلے سے لگا کر اس زور سے بھینچا کہ آپ ﷺ پسینہ پسینہ ہو گئے جس سے آپ ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی، ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"۔۔۔حضرت جبرائیلؑ کو تاثیر اور قوت ملکوتیت آپ ﷺ میں پہنچانی مقصود تھی، جس کی توضیح یہ ہے کہ مشائخ کی تاثیر جو دوسرے میں اثر پیدا کرتی ہے اور جس کو عرف میں توجہ سے تعبیر کرتے ہیں، چار طرح سے ہوتی ہے،

اول انعکاسی کہلاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص بہت سا عطر لگا کر مجلس میں آوے کہ اس کے عطر کی خوشبو ہم نشینوں کو معطر کر دے گی مگر خوشبو کا اثر اسی وقت تک رہے گا جب تک وہ شخص مجلس میں موجود ہو، اسی لیے توجہ کی یہ قسم سب سے ضعیف ہوتی ہے،

دوسری توجہ القائی کہلاتی ہے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص چراغ کو درست کرے اور اس میں مناسب تیل اور روئی کا انتظام کر کے اسے روشن کر دے، یہ قسم پہلی قسم سے بڑھی ہوئی ہے کہ اس میں صاحب توجہ کی غیبت میں بھی اثر رہتا ہے لیکن تھوڑے سے مانع مثلاً ہوا کی تیزی سے وہ ختم ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم اصلاحی کہلاتی ہے جس کی مثال ایسی ہے کہ کسی جگہ بہت سا پانی جمع کر لیا جائے اور کسی حوض تک اس کا بڑا سا راستہ بنا دیا جائے، ایسی صورت میں اگر کوئی معمولی سا مانع خس و خاشاک کی صورت سے راستے میں آ جائے گا تو پانی کا بہاؤ اس کو ہٹا دے گا لیکن اگر راستہ ہی بند ہو جائے تو پانی کی آمد و رفت بند ہو جائیگی، یہ قسم پہلی دونوں قسموں سے بہت زیادہ قوی ہے کہ نفس کی اصلاح اور لطائف کی ستھرائی اس میں بہت زائد ہے۔

چوتھی قسم اتحادی ہے، وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی روح کو مرید کی روح کے ساتھ اس درجہ پیوست کر دے کہ دونوں ایک ہو جائیں، ظاہر ہے کہ یہ صورت پہلی صورتوں سے زیادہ قوی ہے کہ شیخ کی روح میں جو کچھ ہوتا ہے وہ طالب کی روح میں سما جاتا ہے اور بار بار استفادہ کی ضرورت نہیں رہتی، صوفیا کے یہاں یہ توجہ بہت اہم سمجھی جاتی ہے مگر بہت کم پائی جاتی ہے[36]۔

اس کے بعد پہلی وحی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں "یہی توجہ اتحادی حضرت جبرئیلؑ کی تھی مگر چونکہ اس کے تحمل کی استعداد نبی اکرم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھی اس لیے اس لیے اس کے تحمل میں آپ ﷺ کو کوئی اشکال نہ ہوا مگر بار بار کے بھینچنے اور دبوچنے سے اس درجہ آپ ﷺ کو تکلیف ہوئی کہ بخار آگیا اور دولت کدہ پر واپس تشریف لاکر حضرت خدیجہ سے فرمایا کہ مجھے جلدی سے کچھ اڑھاؤ، کچھ افاقہ ہونے پر آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کو یہ سب قصہ سنایا"[37]۔

آخر میں خلفائے راشدین کے حالات بھی مختصراً ذکر کیے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق کی حالات زندگی، قبول اسلام، قوت ایمانی، خلیفہ وقت کا مشاہرہ، انتقال اور پھر کچھ متفرق واقعات، حضرت عمر فاروق کی حالات زندگی، قبول اسلام، ہجرت، شہادت اور ان کے کچھ متفرق واقعات، حضرت عثمان غنی کی حالات زندگی، اسلام اور مسلمانوں کی مالی امداد، شہادت اور کچھ متفرق واقعات، حضرت علی کی حالات زندگی، خوف وخشیت، حادثہ شہادت اور ان سے متعلق کچھ متفرق واقعات اختصار کے ساتھ ذکر کیے ہیں، اور اس ضمن میں گاہ بگاہ مفید اور قیمتی نکات بھی ذکر کیے ہیں، مثلاً حضرت ابو بکر صدیق سے متعلق ایک واقعہ ذکر فرماتے ہیں کہ: "ایک مرتبہ آپ ﷺ بے وقت باہر تشریف لائے، اس وقت نہ تو حضور ﷺ کی عادت شریفہ باہر آنے کی تھی اور نہ کوئی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوتا تھا، حضور ﷺ کی تشریف آوری پر حضرت ابو بکر حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے خلاف معمول آنے کا سبب پوچھا، عرض کیا کہ جمال جہاں آراء کی زیارت اور سلام کیلئے حاضر ہوا ہوں "[38] اس واقعہ پر آگے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں" یہ حضرت ابو بکر کی کمال تناسب کی وجہ سے تھا کہ حضور ﷺ کو اگر خلاف عادت باہر تشریف آوری کی نوبت آئی تو اس یک جان ودو قالب پر بھی اس کا اثر ہوا، بندہ کے نزدیک یہی بڑی وجہ ہے در نبوی کے ساتھ خلافت صدیقیہ کے اتصال کی"[39]

بہر حال یہ کتاب سیرت النبی ﷺ کی ایک جامع، مختصر اور مفید کتاب ہے۔

(3) جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ

سیرۃ النبی سے متعلق آپؒ کی تیسری کتاب "جزء حجۃ الوداع وعمرات النبی ﷺ" ہے، یہ کتاب آپ نے مشکوٰۃ کے تدریس کے زمانے میں صرف ایک دن اور ڈیڑھ رات میں تصنیف فرمایا تھا، اسے محض ان کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے ورنہ اتنی مختصر وقت میں تو اس کو نقل کرنا بھی مشکل ہے، چنانچہ آپؒ اپنی آپ بیتی میں فرماتے ہیں "جب میں پہلی دفعہ مشکوٰۃ پڑھا رہا تھا جو شوال 41ھ میں شروع ہوئی تھی تو 22 ربیع الاول کی شب 12 بجے لکھنا شروع کیا تھا اور ایک دن ڈیڑھ رات میں شنبہ کی صبح کو پورا کر دیا تھا"[40]۔

اس کتاب کے اندر ان تمام مباحث کا استیعاب کر دیا گیا ہے جن کا تعلق حجۃ الوداع کے مبارک سفر سے ہے، منازل سفر کی تحدید، ان کے نام اور اس سفر میں پیش آنے والے مبارک مقامات کی واضح نشان دہی کر دی گئی ہے ان تمام مباحث و محاسن کی وجہ سے یہ رسالہ ایک علمی موسوعہ ہے، مثلاً آپ ﷺ کس تاریخ کو روانہ ہوئے، کب ذوالحلیفہ پہنچے، احرام کب اور کیسے باندھا، راستے کی ایک ایک منزل پر کیا کیا واقعات پیش آئے اور کیا کیا ھدایات فرمائیں، بیت اللہ شریف کب پہنچے اور کس انداز میں پہنچے، طواف اور صفا و مروہ کی سعی کیسے فرمائی، منٰی کو روانگی کب اور کیسے ہوئی، عرفات کب پہنچے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا کیا بشارتیں ہوئیں، مزدلفہ کب اور کیسے پہنچے، نمازیں کیسے پڑھیں اور رات کیسے گزاری، قربانی کیسے کی اور کتنے جانور ذبح کیے، منی سے کب روانگی ہوئی، محصب کس وقت پہنچے اور وہاں کتنے ٹھرے، طواف وداع کب اور کیسے کیا، مدینہ منورہ واپسی کب ہوئی، یہ تمام مراحل کتنے عرصے میں طے ہوئے، حج کے علاوہ عمرے کتنے کیے اور کن کن مسائل کی وضاحت فرمائی، یہ ساری باتیں اس کتاب کے اندر تفصیل کیساتھ کافی وشافی صورت میں موجود ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اس رسالے کے بارے میں فرماتے ہیں:

"۔۔۔علمی، معنوی اور اپنے مواد و معلومات کے لحاظ سے 'بقامت کہتر وبقیمت بہتر' کا مصداق ہے، اور اس کے اندر اس موضوع پر اتنا محدثانہ و محققانہ مواد آگیا ہے جس کو دیکھ کر (اگر کسی کو بتلایا نہ جائے) یہ خیال بھی نہیں گذر سکتا کہ یہ ایک دن ڈیڑھ رات میں پورا ہوا ہے۔۔۔"[41]

کتاب کے شروع میں مولانا یوسف بنوریؒ کا ایک قیمتی مقدمہ ہے، شعبان 1390ھ میں پہلی مرتبہ اس کی طباعت ہوئی، اس کے بعد ھندوستان اور بیروت سے اس کے متعدد ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں، چونکہ یہ کتاب چونکہ خالص علمی ادبی اور عربی زبان میں تھی اس لیے اردو دان طبقہ اس کے استفادہ سے محروم تھا، اس ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت شیخؒ کے خلیفہ مولانا یوسف لدھیانویؒ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے مکتبہ لدھیانوی کراچی سے شائع کیا۔

(4) فضائل درود شریف

عام طور پر جو لوگ علمی اور تحقیقی طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ دعوتی اور عام فہم طرز پر کتابیں تصنیف کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے لیکن آپؒ کی دونوں طرز کی تصنیفات مؤثر اور کامیاب ہیں جس کی ایک مثال آپ کی کتب فضائل ہیں جن کی ابھی تک 150 سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

آپؒ کی کتب فضائل میں "فضائل درود شریف" کو نمایاں مقام حاصل ہے، اس کتاب کے اندر مقدمہ، 5 فصل اور خاتمہ ہے، مقدمہ کے اندر اس موضوع پر لکھنے کا سبب بیان کیا ہے، فصل اول میں قرآن، حدیث اور عبارات اکابر

سے درود شریف کے فضائل بیان کیے ہیں، دوسری فصل میں خاص خاص درود شریف کے فضائل ذکر کیے ہیں، تیسری فصل میں درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں بیان کیے ہیں، چوتھی فصل میں متفرقہ فوائد ہیں، جبکہ پانچویں اور آخری فصل میں درود شریف سے متعلق مختلف حکایات ذکر کیے ہیں۔

کتب غیر مطبوعہ کی تفصیل

(1) الوقائع والدہور

تاریخ اسلام پر مشتمل آپؒ کی یہ کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد میں ھجرت سے لیکر آپ ﷺ کی وفات تک کے واقعات ترتیب سے السنۃ الاولیٰ، السنۃ الثانیہ کے عنوانات سے درج ہے، جلد دوم میں خلفائے راشدین، حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ کے حالات درج ہیں، جلد سوم خلفاء وامراء کی سوانح حیات، نیز تاریخ حرمین اور مختلف وقائع مشہورہ پر مشتمل ہے۔[42]

(2) جزء امراء المدینۃ

اکثر کتب حدیث و تاریخ میں امیر مدینہ منورہ کی عبارات اور ان کے حوالے سے تاریخی واقعات ومشاھدات امیر کے نام کی تعیین کے بغیر قال امیر المدینۃ کذا وفعل امیر امیر المدینۃ کذا کہہ کر نقل کیے گئے ہیں،

آپؒ نے اس کتاب کے اندر ان امراء مدینہ کے ناموں کی تعیین اور ان کے امارۃ کے زمانے کی ابتداء اور انتہا جمع کرکے امراء اور ان کے زمانے کی تعیین کی ہے جو کہ بلاشبہ ایک بہت بڑی علمی خدمت ہے۔

(3) جزء طرق المدینۃ

مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف آنے کیلئے چار راستے مشہور و معروف ہیں سلطانی، فرعی، غائر اور شرقی، اس رسالے میں آپؒ نے ان چاروں راستوں کی تفصیل اور ان کے منازل اور مختصر حالات بھی ذکر کیے ہیں۔[43]

(4) جزء المعراج

جس میں حضور ﷺ کے کے واقعہ معراج کی تفصیل بیان کی ہے۔

(5) جزء وفات النبی ﷺ

اس مجموعہ میں حضور ﷺ کے مرض وصال کی ابتداء، دن اور تاریخ ازواج مطہرات کے یہاں دورہ، حضرت عائشہ کے گھر تشریف آوری، اور مرض کی شدت وغیرہ احوال کی روایات مستند کتب حدیث و تاریخ سے جمع کی گئیں ہیں، اس کتاب سے متعلق آپؒ کے نواسے مولانا شاھد صاحب نے لکھا ہے "اس کتاب کی جامعیت کا اندازہ صرف اس

بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرت مصنفؒ نے جن واقعات کو عنوان قرار دیا ہے وہ عددی اعتبار سے 78 ہیں یہ کتاب سوا سو صفحات پر مشتمل ہے"۔

خلاصہ

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مولانا زکریا کاندھلویؒ جہاں بیک وقت محدث، مفسر، مورخ، اور سیرت نگار تھے اور بخاری کی عظیم شرح لامع الدراری، اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، حاشیہ بذل المجھود علی سنن ابی داؤد اور الابواب والتراجم جیسے عظیم الشان کتابیں لکھ کر علماء عرب و عجم سے داد حاصل کی ہے وہاں سیرت نگاری میں بھی آپؒ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔اسی طرح برصغیر پاک وھند کے علماء نے جہاں دوسرے موضوعات پر لکھا ہے، وہاں کثیر تعداد میں سیرت النبی ﷺ اور شمائل وخصائل نبوی ﷺ پر الگ سے کتب، مضامین اور رسالے تحریر کیے ہیں، ان علماء میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کا نام گرامی نمایاں ہے۔

حوالہ جات

[1] ۔ شیخ الحدیث، مولانا زکریا، آپ بیتی، معھد الخلیل الاسلامی، 1/ 71

[2] ۔ آپ بیتی، 1/ 108

[3] ۔ دو عظیم انسان، مفتی انیس احمد مظاہری، مکتبہ حبیبیہ رشیدیہ لاہور، ص12، 11

[4] ۔ آپ کے شیخ ومرشد اور استاد تھے، مظاہر العلوم سہارپور کے صدر مدرس تھے، بذل المجھود جیسے عظیم کتاب کے مصنف تھے، آپ کی تفصیلی حالات کیلئے ملاحظہ ہو "تذکرۃ الخلیل" از مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔

[5] ۔ آپ بیتی، 1/ 71

[6] ۔ آپ بیتی، 1/ 70

[7] ۔ الترمذی، محمد بن عیسٰی، الشمائل المحمدیۃ، مع تحقیق، الجلیمی، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمۃ، طبع اول 1993، ص284، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، حدیث8۔

[8] ۔ حوالہ سابقہ، ص3

[9] ، حوالہ سابقہ، ص34

[10] ۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، دار الفکر بیروت، 1986، 6/ 11

[11] ۔ کاندھلوی، محمد زکریا، شیخ الحدیث، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، ص3، مکتبۃ الشیخ بھادر آباد کراچی

[12] ۔ حوالہ سابقہ ص31

13 ۔ حوالہ سابقہ، ص31

14 ۔ حوالہ سابقہ، ص29

15 ۔ حوالہ سابقہ، ص27

16 ۔ حوالہ سابقہ، ص28

17 ۔ حوالہ سابقہ، ص26

18 ۔ خصائل نبوی، ص24

19 ۔ حوالہ سابقہ، ص25

20 ۔ حوالہ سابقہ، ص25

21 ۔ حوالہ سابقہ، ص58

22 / حوالہ سابقہ، ص46

23 ۔ حوالہ سابقہ، ص45

24 ۔ حوالہ سابقہ، ص15

25 ۔ حوالہ سابقہ، ص13

26 ۔ حوالہ سابقہ، ص13

27 ۔ کاندھلوی، مولانا زکریا شیخ الحدیث، سیرت سید الکونین خاتم النبیین وخلفائے راشدین، ص25، مکتبۃ البشریٰ، کراچی

28 ۔ حوالہ سابقہ، ص50

29 ۔۔ حوالہ سابقہ، ص50

30 ۔ حوالہ سابقہ، ص51

31 ۔ حوالہ سابقہ، ص51

32 ۔ حوالہ سابقہ، ص59

33 ۔ حوالہ سابقہ، ص53

34 ۔ حوالہ سابقہ، ص53

35 ۔ حوالہ سابقہ، ص57

36 ۔ حوالہ سابقہ، ص12

37 ۔ حوالہ سابقہ۔ ص13

[38] ۔ حوالہ سابقہ، ص58

[39] ۔ حوالہ سابقہ، ص59

[40] ۔ آپ بیتی، ج2، ص121

[41] ۔ سوانح شیخ الحدیث مولانا زکریا، ص241

[42] ۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے: حضرت شیخ کے بعض غیر مطبوعہ تالیفی نوادر اور مخطوطات، از مولانا محمد شاھد سہارنپوری نواسہ حضرت شیخؒ۔

[43] ۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، آپ بیتی، ج2، ص147